صد سالہ جوبلی کے موقع پر کئے گئے دوروں سے ترقی کے جو دروازے کھل رہے ہیں یہ کسی انسانی ہاتھ کا کام نہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۴؍اگست ۱۹۸۹ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:-

تقریباً ڈیڑھ مہینے کے بعد آج میں اس مسجد میں دوبارہ یہ خطبہ دے رہا ہوں اور یہ ڈیڑھ مہینے کا عرصہ دنیا کے اس سفر پر مشتمل رہا جو اس نئی صدی کے پہلے سال میں اس نئی صدی کی اغراض سے تعلق رکھنے والا سفر تھا۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس وقت ایک سو بیس ممالک میں جماعتیں قائم ہو چکی ہیں اور اگر چہ یہ ممکن نہیں ہے کہ اس سال جو جماعت کی تاریخ میں خصوصیت رکھتا ہے، غیر معمولی امتیاز رکھتا ہے تمام ان ممالک کا دورہ کیا جا سکے جہاں احمدیت قائم ہو چکی ہے لیکن اس کے باوجود دنیا بھر سے احمدیوں کی اس تمنا کا علم ہوتا رہتا ہے کہ اس سال میں ہمیں کسی جگہ اکٹھا ہونے کا موقع مل سکے۔

اس غرض سے میں نے جو دوروں کا پروگرام بنایا وہ دو تین حصوں پر مشتمل تھا۔ گزشتہ صدی کے آخر پر اور اس صدی کے آغاز پر افریقہ کے ممالک کو دورے میں شامل کیا گیا اور نئی صدی کے آغاز سے پہلا حصہ یورپ کے کچھ ممالک پر مشتمل تھا پھر اب دنیا کے بہت سے ممالک پر مشتمل یہ سفر گزرا ہے اور پھر آخر پر امید ہے اور جس کے لئے کوشش ہو رہی ہے کہ بعض اور ممالک کے سفر کے بعد ان تمام سفروں کا منتہیٰ اقادیان میں ہو اور آخری ہمارا جلسہ اس دور کا اور اگلی صدی کا پہلا جلسہ قادیان میں ہو۔ یہ ایک ایسی تمنا ہے جو ایک پہلو سے تو پوری ہوتی دکھائی دے رہی ہے۔ ایک دوسرے پہلو

سے اس کی راہ میں مشکلات ہیں۔اس سلسلے میں احباب کی خدمت میں دعا کی تحریک کے بعد پھر اپنا دوسرا مضمون جو سفر سے تعلق رکھتا ہے دوبارہ شروع کروں گا۔

جہاں تک ہندوستان کی حکومت کا تعلق ہے انہوں نے بڑے کھلے لفظوں میں اور بڑے کھلے دل کے ساتھ اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ ہم ضرور قادیان میں جلسہ کریں اور وہ سمجھتے ہیں کہ نہ صرف یہ کہ ہمارا حق ہے کہ وہ جگہ جہاں سے احمدیت کا آغاز ہوا وہاں ایک صدی کا جشن منانے کا جلسہ منایا جائے بلکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا اعزاز ہوگا اور باوجود اس کے کہ بہت سے ممبرز پارلیمنٹ اور دیگر افسران جن سے روابط ہوئے وہ ہندو یا سکھ ہیں لیکن بلا استثناء ہر ایک نے اس خیال کو بڑے شوق کے ساتھ سینے سے لگایا اور بار بار اس بات کا اظہار کیا کہ یہ ہمارے لئے ، ہمارے ملک کے لئے فخر کا موجب ہوگا اور جہاں تک قادیان کے علاقے سے تعلق رکھنے والے پارلیمنٹ کے ممبر ہیں انہوں نے تو از خود بغیر ہماری تحریک کے ایک جلسہ کے موقع پر اس خواہش کا اظہار کیا کہ اس سال امام جماعت احمدیہ کو ہندوستان کی طرف سے دعوت دی جانی چاہئے کہ وہ یہاں آئیں تا کہ ہماری نئی نسلیں جو ایک عرصے سے جماعت احمدیہ کے امام کو دیکھنے سے محروم ہیں ان کی یہ خواہش پوری ہو اور ان کو معلوم ہو کہ قادیان سے کیا آواز اٹھی تھی اور اس جماعت کی سربراہی کیا ہوتی ہے یعنی اس قسم کے مضمون کا انہوں نے اپنے الفاظ میں ذکر کیا۔

یہ تو امید افزا پہلو ہے۔دوسرا پہلو ہے پاکستان میں اس کا ردعمل اور حکومت پاکستان کا اس سلسلے میں جماعت سے تعاون یہ پہلو نہ صرف مشکوک ہے بلکہ بہت سے خطرات پر مشتمل ہے۔جہاں تک میں نے تحقیق کی ہے پاکستان کے پاسپورٹس پر ہندوستان کا اندراج بالعموم دستور کے مطابق نہیں ہوتا بلکہ خاص درخواست دے کر اندراج کروانا پڑتا ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر دس پندرہ ہزار احمدی پاکستان سے قادیان جانا چاہیں تو یہ ایک ایسا اہم واقعہ ہوگا اور اتنا وسیع اثرات والا واقعہ ہوگا کہ جب تک حکومت پاکستان ایک پالیسی کے طور پر یہ فیصلہ نہ کرے کہ احمدیوں کے پاسپورٹس پر ہندوستان کا اندراج کیا جائے اس وقت تک یہ ممکن نہیں۔

پھر پنجاب کے حالات سے آپ باخبر ہیں۔وہاں جو شدید دشمنی اور نہایت ہی خوفناک مظالم کی لہر دوڑی ہے اگرچہ اس کا پس منظر سیاسی ہے لیکن بہر حال اسے مذہبی رنگ دیا جارہا ہے اور

جماعت احمدیہ کو مظالم کا خصوصیت سے نشانہ بنایا جارہا ہے۔اس صورت میں حکومت پاکستان کو یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ پنجاب میں اس قسم کے فیصلے کا کیا ردعمل ہوتا ہے اور بالعموم حفاظت کے نقطہ نگاہ سے بھی غور کرنا ہوگا اس لئے ان سب باتوں کو پیش نظر رکھ کر دعا تو کریں لیکن اپنی امیدوں کو اتنا نہ بڑھائیں کہ اگر یہ جلسہ منعقد نہ ہو سکے تو آپ کو شدید تکلیف پہنچے۔

دونوں پہلو میں نے کھول کر آپ کے سامنے رکھ دئے ہیں کیونکہ اس سے پہلے جب میں بار بار اس جلسے کے امکانات کا ذکر کرتا تھا تو جماعت میں اس کے نتیجے میں بہت زیادہ امیدیں پیدا ہو جاتی تھیں اور بہت سے ایسے دوست ہیں جنہوں نے اس وجہ سے اس جلسے پر آنے کا ارادہ ترک کر دیا کہ وہ یہ پسند کرتے تھے کہ اگر ایک دفعہ ہی خرچ برداشت کرنا ہے تو قادیان کے جلسے کے لئے خرچ برداشت کیا جائے۔اب تو ان کے لئے بہرحال تاخیر ہو چکی ہے لیکن جن ممالک میں میں گیا ہوں ان کو میں نے اپنے طور سے سمجھایا کہ صورتحال یہ ہے اس لئے یہ فیصلہ سوچ کر کریں کہ یہ جلسہ جس میں اب ہم شریک ہونے والے ہیں یہ بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔اس نقطہ نگاہ سے یہ نہ ہو کہ اسے چھوڑ دیں اور اگلا جلسہ بھی نہ دیکھ سکیں۔

تو بہرحال یہ سارے حالات میں نے آپ کے سامنے کھول کر رکھ دیئے ہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ آپ کثرت سے دعائیں کریں گے اور ان دعاؤں کے نتیجے میں حالات تبدیل ہو جائیں گے۔ یہ ہے خواہش اور تمنا اور اسی کی میں دعا کی درخواست کرتا ہوں۔لیکن اگر حالات اس حد تک تبدیل ہو جائیں کہ پھر اگلا سوال یہ اٹھتا ہے کہ پھر ربوہ میں بھی تو جلسہ ممکن ہوگا اور اگر ربوہ میں جلسہ ممکن ہو تو جب تک ہجرت سے واپسی نہ ہو اس وقت تک ربوہ کا جلسہ ایک خاص اہمیت اپنے رنگ میں بھی رکھتا ہوگا۔تو سارے یہ خیالات ہیں میرے ذہن میں ابھرنے والے،سوچوں کا حصہ ہیں جو میں آپ کے ساتھ اس وقت (اس کو انگریزی میں کہتے ہیں) Share کر رہا ہوں تا کہ آپ بھی انہی سوچوں کے مطابق اپنی دعاؤں کو ڈھالیں۔

جہاں تک اس سفر کا تعلق ہے اگر چہ ہمیشہ میں نے دیکھا ہے کہ سفر کے موقع پر خصوصیت سے اللہ تعالیٰ کی غیر معمولی رحمت اور تائید شامل حال رہتی ہے اور یہ دعا کہ

وَّ اجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا (بنی اسرائیل:۸۱)

غیر معمولی رنگ میں پوری ہوتی ہے لیکن اس سفر میں میں نے اس سے بھی بہت زیادہ اللہ تعالیٰ کی تائیدات دیکھی ہیں اور جس ملک میں بھی میں گیا ہوں وہاں کی جماعت کو بھی یہ شدت سے احساس پیدا ہوا ہے کہ گزشتہ سفروں سے یہ سفر مختلف ہے اور اتنے حیرت انگیز طور پر خدا کی تائید کے نشانات ظاہر ہوئے ہیں کہ اس کی چمک سے نظر خیرہ ہو جاتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایسے ممالک بھی جہاں جماعت کا بعض جگہ تو اتنا ابھی اثر نہیں تھا کہ اخبارات یا ٹیلی ویژن یا عوام الناس جماعت کے وجود سے بھی واقف ہوں لیکن سارے ملک میں جس طرح حیرت انگیز محبت کا اظہار کیا اور کھلے بازوؤں کے ساتھ استقبال کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں جہاں جماعتوں کی کوشش سے کامیابی ہوئی ہے ان کو خدا کا یہ پیغام ہے کہ ان کوششوں کو ہم نے برکت دی ہے اور ہمارے فضل کے ساتھ تمہاری کوششوں کو کامیابی ہوئی ہے ورنہ جہاں تمہاری کوششوں کا کوئی بھی دخل نہیں تھا وہاں کس نے حیرت انگیز تائید کے نشانات دکھائے۔ اب مثال کے طور پر نیوزی لینڈ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ اس سفر کی تفصیلی خبریں تو انشاء اللہ بعد میں مختلف مواقع پر حسب حالات بیان کرتا رہوں گا لیکن نیوزی لینڈ وہ جگہ ہے جہاں حال ہی میں جماعت قائم ہوئی ہے اور بہت تھوڑی تعداد ہے وہ زیادہ تر فجی کے باشندے ہیں جو فجی کے حالات خراب ہونے کے نتیجے میں نیوزی لینڈ تشریف لے گئے۔

سفر کے آغاز پر نیوزی لینڈ ہمارے ذہن میں نہیں تھا اور اس کے لئے کوئی باقاعدہ فیصلہ نہیں تھا۔ ہم جائزہ لے رہے تھے کے شاید نیوزی لینڈ چلے جائیں۔ چنانچہ سفر کے دوران ہی یہ فیصلہ ہوا کہ چاہے ایک دن کے لئے نیوزی لینڈ جائیں لیکن وہاں کی جماعت کے حالات پر غور کرنے کے لئے اور ملکی حالات کا جائزہ لے کر جماعت احمدیہ کی ترقی کے لئے منصوبہ بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اس موقع سے فائدہ اٹھایا جائے۔

چنانچہ ہنگامی طور پر پروگرام بنائے گئے۔ اس کے نتیجے میں کچھ ائر لائنز کے ساتھ کچھ مشکلات بھی پیش آئیں لیکن چوبیس گھنٹوں سے کم کا یہ پروگرام تھا۔ تقریباً سولہ گھنٹے کا پروگرام تھا۔ اس سولہ گھنٹے کے اندر اندر جو خدا تعالیٰ نے نشانات دکھائے ہیں حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح یہ سارے کام اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کئے۔ جماعت احمدیہ کی اتنی بھی واقفیت نہیں تھی کہ کسی صاحب اثر آدمی کو مل کر اس سے درخواست کرتے کہ آپ یہاں تشریف لائیں۔ چنانچہ انہوں نے

ٹیلی فون کی ڈائریکٹری اٹھائی اور جو جو نام انہوں نے پسند کئے ان کے نام انہوں نے چٹھیاں ڈال دیں۔ جب ہم ائر پورٹ پر پہنچے ہیں تو اچانک باہر نکلتے وقت جو ایک خصوصی جگہ ہے جہاں جن لوگوں کو رعائت دیتے ہیں ان کو وہاں سے گزارتے ہیں بجائے عام مسافروں کے۔ ایک تو یہ کہ وہاں ایک افسر تشریف لائے ہوئے تھے جنہوں نے ہمیں اسی رستے سے گزارا حالانکہ کوئی وجہ نہیں تھی کہ نیوزی لینڈ جیسے ملک میں جماعت احمدیہ کے نمائندہ کی کسی قسم کی تکریم کی جائے لیکن بہر حال جو اصل قصہ ہے وہ یہ ہے کہ جب ہم نکلنے لگے تھے اور آخری ہال میں پہنچے ہیں تو اچانک ایک حیرت انگیز نغمے کا شور بلند ہوا اور دیکھا تو کچھ لوگ اپنے مقامی لباس میں ملبوس مرد عورتیں اور بچے انہوں نے موری زبان جو نیوزی لینڈ کی پرانی زبان ہے اس میں ہمیں خوش آمدید کہی اور نغمے کی صورت میں وہ خوش آمدید کہی۔ وہ اچانک ایک دم شور جو برپا ہوا تو میری اہلیہ جو ساتھ تھیں وہ ڈر گئیں کہ یہ کیا ہوا ہے لیکن دیکھا تو وہ باقاعدہ ایک بڑے خوبصورت طائفہ کی شکل میں کھڑے تھے اور ہمیں لفظ تو سمجھ نہیں آرہے تھے لیکن بہت ہی گہرا اثر تھا ان کی آواز میں اور خوش آمدید میں بڑی ایک قسم کی نرمی اور محبت کے جذبات تھے۔

مجھے کچھ سمجھ نہ آئے کہ یہ کس قسم کے لوگ ہیں ان کو کچھ ٹپ دینی چاہئے یا نہیں دینی چاہئے اور چونکہ میں ان کے حالات سے واقف نہیں تھا اس لئے بڑا متردد رہا اور یہ خدا کا شکر ہے کہ میں نے ٹپ نہ دینے کا فیصلہ کیا کیونکہ بعد میں پتا چلا کہ وہ صاحب جو تشریف لائے تھے اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہ وہاں کے سب سے بڑے چیف ہیں اور سارے نیوزی لینڈ میں ان کا بڑا احترام ہے، بڑے معزز انسان ہیں اور ایک سینئر پروفیسر ہیں۔ بہت چوٹی کے عالم آدمی ہیں اور یہ محض ان کا حسن خلق تھا کہ وہ میرے جیسے اجنبی مہمان کو خوش آمدید کہنے کے لئے باقاعدہ رسمی طور پر وہاں پہنچے اور بہت ہی پُر اثر رنگ میں انہوں نے خوش آمدید کا نغمہ پڑھا۔

اس کے بعد تو پھر وہ سولہ گھنٹے یوں گزرے جس طرح ایک تیز گھومنے والے پلیٹ فارم پر انسان سفر کر رہا ہو۔ ٹیلی ویژن، ریڈیو، اخبارات، ان کے انٹرویوز، مسلسل یہ سلسلہ چل رہا تھا۔ یہاں تک کہ ایک ریڈیو کے انٹرویو میں جو وہاں کا ایک بڑا پاپولر ریڈیو ہے اس نے پہلے آدھے گھنٹے کا وقت لیا۔ انٹرویو کے دوران درخواست کی کہ آپ پندرہ منٹ ہمیں اور دے دیں۔ اس وقت تھوڑا سا وقت تھا لیکن چونکہ پریس کانفرنس شروع ہونے والی تھی میں نے کہا پیغام بھیج دیں چند منٹ ہم لیٹ پہنچیں

گے۔ پندرہ منٹ ان کو اور دیئے پھر انہوں نے کہا پندرہ منٹ اور دے دیں کیونکہ اتنے مطالبے آرہے ہیں ٹیلی فون پر کہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں اور وقت دیں۔ تو میں نے ان سے کہا کہ کہ اب تو بالکل مجبوری ہے دوسرے پریس والے انتظار کر رہے ہیں اس کے بعد ایک اور ریڈیو سٹیشن پہ جانا ہے۔ وہاں سے ہم جلدی جلدی دوسرے انٹرویو کے لئے پہنچے تو وہاں سے پھر ایک تیسرے ریڈیو سٹیشن پہ پہنچے جو نیوزی لینڈ کا سب سے بڑا ریڈیو سٹیشن ہے اور لکھو کھہا آدمی وہ ریڈیو سنتے ہیں۔ وہاں جو انٹرویو ہوا وہ بھی اسی طرح۔ تھوڑی دیر کے لئے لیا گیا وہ پنتالیس (۴۵) منٹ تک جاری رہا اور جو انٹرویو کی انچارج خاتون تھی۔ ایک معمر خاتون ہیں جن کو مذاہب کی بڑی واقفیت ہے، اس کی ماہر ہیں۔ وہ اس کے بعد ہمارے دوپہر کے کھانے پہ بھی تشریف لائیں اور کچھ مزاحیہ رنگ میں کچھ اپنے Approval کے اظہار کے رنگ میں یہ کہا کہ میں نے تو فیصلہ کیا ہے کہ وہ سارا ۴۵ منٹ کا انٹرویو میں براڈ کاسٹ کروں گی چاہے مجھے Sank ہی کر دیں مطلب یہ ہے کہ مجھے نکال ہی دیں۔ یہ تو مطلب نہیں تھا کہ نکال دیں گے کہ اس کا ایک اظہار تھا کہ مجھے بڑا پسند آیا ہے اور میں اس کو ضرور شائع کروں گی۔

پھر جب ہم کھانے پہ گئے جہاں دعوت دی ہوئی تھی دوستوں کو تعجب ہوا کہ ایک نیوزی لینڈ کے منسٹر جو وہاں کے بہت ہی ہر دلعزیز منسٹر ہیں وہ اسی دعوت کے اوپر تشریف لے آئے جو انہوں نے رسمی طور پر بھیجی تھی اور ان کو پتا ہی نہیں تھا کہ کس کس کو بھیج رہے ہیں اور بہت ہی قابل آدمی، بہت ہی جلدی انہوں نے جماعت کے حالات سمجھ کر اس میں گہری دلچسپی لینی شروع کی اور کھانے سے اٹھنے سے پہلے مجھ سے انہوں نے کہا کہ میں انگلستان آؤں گا تو آپ کے پاس ضرور آؤں گا اور دیگر مضامین کے متعلق بڑی دلچسپی کے سوالات شروع کر دیئے۔

وہاں مجھے مزید محسوس ہوا کہ اگر میں ان صاحب کو جو تشریف لائے تھے ٹپ دیتا تو مجھے شرمندگی اٹھانی پڑتی کیونکہ وہ میرے بائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے یہ منسٹر صاحب دائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی جب مجھ پر نظر پڑی تو ایک دم احترام سے اٹھ کر دونوں ہاتھوں سے ان سے مصافحہ کیا اور کہا کہ آپ کو تو یاد نہ ہوگا لیکن آپ میرے پروفیسر رہے ہیں اور میرے دل میں آپ کا بڑا احترام ہے۔ چنانچہ اس معیار کے وہ دوست تھے۔ اب انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ انشاء اللہ وہ جلسہ پر

بھی تشریف لائیں گے اور شرکت کریں گے اور ساتھ ہی انہوں نے مجھے یہ دعوت دی ہے کہ ان کا جو (نیشنل) سب سے چوٹی کا ادارہ ہے جس کی سربراہ کو ملکہ کہتے ہیں، جو خاتون ہیں، Queen کہلاتی ہیں، وہ تمام پرانے طرز کا مرکزی ادارہ ہے جس کو سارے ملک کی نمائندگی حاصل ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ چونکہ وہ بااثر ہیں اس ادارے کی طرف سے میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ وہاں تشریف لا کر ہمیں مخاطب ہوں اور ہمیں بتائیں کہ کیوں ہم احمدی ہوں اور کیا دلائل ہیں، کس وجہ سے۔ یہ بات اس نے اس لئے کہی کہ جو باتیں میں نے ان سے کہیں تھی وہ ان کے دل پر اثر کر گئیں اور انہوں نے برملا کہا کہ آپ کے پیغام میں قوت ہے، سچائی ہے اس لئے ہمیں اس کو سوچنا پڑے گا پھر کچھ سوچنے کے بعد انہوں نے یہ مشورہ اس لئے دیا تا کہ جو ان پر اثر پڑا ہے وہ باقیوں پر بھی پڑے تو اس کے نتیجے میں پھر ساری قوم ذہنی طور پر تیار ہو سکے۔

اب یہ جو دروازے نئے نئے کھلے ہیں یہ کسی انسانی ہاتھ کا کام نہیں ہے، کسی انسانی کوشش کو اتنی غیر معمولی برکت ہو نہیں سکتی اور پھر جو کوشش کی ہی نہ گئی ہو اس کو کیسے برکت مل سکتی ہے۔ ہم زمیندار ہیں ہمیں پتا ہے کہ بیج ڈالتے ہیں بعض دفعہ برکت بڑی پڑتی ہے بعض دفعہ نہیں پڑتی لیکن جہاں بیج نہ پڑا ہو وہاں کوئی برکت نہیں پڑتی۔ خدا کے کام عجیب ہیں، عجیب رنگ ہیں اس کی رحمتوں کے جو بیج ہم نے نہیں ڈالے وہاں بھی برکت ڈال دی اور اتنی فصلیں اگائیں کہ دل خدا کی حمد سے بھر گیا اور ایک جگہ نہیں یہ واقعہ مسلسل اس سفر میں اسی طرح ہوتا رہا، واقعات ہوتے چلے گئے اور ہر جگہ کی جماعت نے محسوس کیا کہ یہ خدا تعالیٰ کی غیر معمولی تائید کا سفر ہے۔

اس سفر کے دوران بعض دردناک واقعات کی اطلاع بھی پاکستان سے ملی اور جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں دیکھیں وہاں خدا کی تقدیر پر صبر اور شکر کرنے کے لئے بھی بڑی گہری آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا اور خدا نے توفیق بھی بخشی۔ جو دوسری چیز میں نے محسوس کی جس کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ پہلے بھی میرا ہمیشہ سے یہی خیال تھا لیکن اس سفر کے بعد تو کامل یقین دل میں اس بات کا گڑ گیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سب سے بڑا معجزہ آپ کی جماعت ہے۔ اس سے بڑا معجزہ کوئی دنیا کی طاقت نہیں دکھا سکتی جب تک خدا سے کسی کا گہرا تعلق نہ ہو وہ ایسی جماعت پیدا نہیں کر سکتا۔ ساری دنیا میں ساری جماعت ایک ہی رنگ میں رنگین ہے اور ان سے مل کر

رنگ اور نسل کے احساسات یوں مٹتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں جیسے کبھی تھے ہی نہیں۔

جغرافیائی تفریقیں اور حدیں بھی غائب ہو جاتی ہیں ساری دنیا میں اگر کوئی ایک قوم ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہے۔ نہ رنگ، نہ نسل، نہ زبان، نہ جغرافیائی حدود کوئی چیز بھی جماعت احمدیہ کے ایک حصے کی دوسرے حصے سے تفریق نہیں کر سکتی۔

اور جاپان جب میں گیا تو وہاں ایک سوال کے جواب میں میں نے ان سے کہا کہ میرا تو یہ احساس ہے اور یہ احساس ذاتی مشاہدے پر مبنی ہے کہ میں ایک ملک سے نکالا گیا ہوں لیکن دیگر ایک سو انیس ممالک میرے گھر بن گئے ہیں کیونکہ جس ملک میں جاتا ہوں صرف ایک گھر نہیں بلکہ بعض دفعہ سینکڑوں ہزاروں گھر اپنے گھر لگتے ہیں اور کبھی بھی زبان رستے میں حائل نہیں ہوئی کبھی بھی رنگ و نسل رستے میں حائل ہوتے ہوئے دکھائی نہیں دیئے اور یہ صرف میرا احساس نہیں ساری جماعت کا یہی احساس ہے۔ یہ وہ معجزہ ہے جو میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس دنیا کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔ یہ دنیا بٹی ہوئی ہے مختلف نفرتوں میں، مختلف حدود میں اور سو قسم کی تفریقیں ہیں جو انسان کو انسان سے الگ کر رہی ہیں۔ ان سب کو یکسر ملیا میٹ کر کے ان کے وجود کو مٹاتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے ساتھ ایک جماعت جو بنا دیا ہے یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سب سے بڑا معجزہ ہے جو آنحضرت ﷺ کے معجزوں کے سمندر کا ایک قطرہ ہے اور اسی کا فیض ہے۔

پس جماعت احمدیہ کی صداقت کا سب سے بڑا ثبوت خود جماعت احمدیہ ہے اور اس پر مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شعر یاد آیا یہ سوچتے ہوئے اور تب میں نے محسوس کیا کہ آپ کے دل کی کیا کیفیت ہوگی جب آپ نے یہ شعر کہا تھا کہ:

اگر خواہی دلیلی عاشقش باش
محمدؐ ہست برہان محمدؐ

(درثمین فارسی:۱۴۱)

اے محبت کے خواہش مند! اے سوچنے والے! کہ محمد رسول اللہ ﷺ محبت کے لائق ہیں کہ نہیں اگر کوئی دلیل چاہتے ہو تو محمد مصطفیٰؐ کو دیکھو وہی اپنی دلیل آپ ہیں۔ دیکھو اور عاشق ہو جاؤ۔

اس کے سوا اور کوئی منزل راہ میں نہیں ہے۔

پس میں نے جب غور کیا جماعت کی محبت میں جماعت کے متعلق اور اسے ایک معجزہ سمجھا اور میں جب اس نتیجے پر پہنچا کہ جماعت احمدیہ خود اپنی صداقت کی دلیل ہے تو میرا ذہن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذہن اور آپ کے دل کی طرف منتقل ہوا اور میں نے سوچا کہ کس گہری صداقت کے ساتھ آپ نے حضرت محمد مصطفی ﷺ کے حسن عشق کو دیکھا ہے اور کس طرح اپنے دل میں اس کو محسوس کیا ہے اس کے بغیر یہ شعر ممکن نہیں تھا۔

اس دورے میں جب ہم جاتے تھے تو جماعت کی بے ساختہ محبت مجھے اور ہمارے سب سفروں کو مغلوب کر دیتی تھی اور ہم نے محسوس کیا کہ خصوصیت کے ساتھ اس غموں کے دور میں جماعت احمدیہ نے ہر جگہ غیر معمولی اخلاص پیدا ہوا ہے اور قربانی کی روح پہلے سے بہت بڑھ چکی ہے۔ کوئی اس کی نسبت ہی نہیں رہی۔ میں نے ۱۹۸۳ء میں بھی سفر کیا تھا اس وقت بھی جماعت احمدیہ کو بہت مخلص پایا کوئی شک ہی نہیں بڑی محبت کرنے والی تھی لیکن اب کے جو حالات دیکھے ہیں وہ اس سے مختلف ہیں۔ اس دوران جماعت ایک جگہ کھڑی نہیں رہی بلکہ مسلسل سفر کرتی رہی ہے ساتھ ساتھ اور پیچھے نہیں رہی۔ اس وقت مجھے حضرت مصلح موعودؓ کی وہ رویا یاد آئی جب آپ نے رؤیا میں دیکھا تھا کہ وہ دوڑ رہے ہیں اور جماعت پیچھے رہ گئی ہے۔ مجھے یہ احساس ہوا کہ یا تو میری رفتار کم ہے یا پھر جماعت کی رفتار بہت بڑھ گئی ہے اور اس دفعہ یقیناً میں خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ جماعت نے میرا ساتھ نہیں چھوڑا اور میری رفتار کے ساتھ ساتھ بھاگی ہے اور قدم سے قدم ملا کے آگے بڑھی ہے اور کسی جگہ بھی مجھے یہ احساس پیدا نہیں ہوا کہ کچھ لوگ پیچھے رہ گئے ہوں۔

یہ وہ معجزہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو آگے بڑھتے بڑھتے اب اپنی تکمیل کے مراحل تک پہنچ رہا ہے اور اس کے بعد یہ بات یقینی ہے کہ جماعت احمدیہ عالمی غلبہ کے لئے تیار کھڑی ہے اور ایک نیا سورج طلوع ہو رہا ہے جو سارے اس عالم کے افق پر ابھر رہا ہے۔ ایک نئے قسم کا کرۂ نور ہے جو ابھر کر اس تمام عالم پر اپنی روشنی پھینکے گا اور حضرت محمد مصطفی ﷺ کے نور سے اس پورے عالم کو بھر دے گا یہ یقین لے کر میں اس سفر سے لوٹا ہوں اور مجھے یقین ہے انشاء اللہ تعالیٰ دن بدن حالات تیزی کے ساتھ اس امید کی تعبیر کی طرف بڑھیں گے اور اس یقین کی تعبیر کی طرف بڑھیں گے۔

سفر کے دوران جہاں جماعت نے محبت سے، اخلاص سے خوش آمدید کہا وہاں الوداع کے مناظر بھی بڑے تکلیف دہ تھے لیکن جو پیچھے رہ گئے ان کے لئے تو یہ تکلیف لمبے عرصے تک محسوس ہوتی ہوگی لیکن ہم ایک تکلیف سے دوسری خوشی میں منتقل ہو رہے تھے۔ ایک طرف جدائی کا احساس تھا تو دوسری طرف وہ جماعت جو منتظر ہوتی تھی اس کے ولولے، اس کے جذبے کو دیکھ کر، اس کی محبت کو دیکھ کر وہ پہلا غم مٹ کر ایک دوسری خوشی میں تبدیل ہو جاتا تھا۔ مسلسل یہ عرصہ اسی طرح گزرا اور جب بھی یہ واقعہ ہوتا تھا مجھے پچھلی جماعت یاد آتی تھی اور ان کی محبت اور ان کی تکلیف کے احساس سے ان کے لئے خاص طور پر دعا کی تحریک پیدا ہوتی تھی۔ پس آپ بھی ان سب جماعتوں کو جو اس سفر میں خوشیاں بھی محسوس کرتی رہیں اور للّٰہی محبت میں تکلیف بھی محسوس کرتی رہیں ان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

پھر باوجود اس کے کہ ان سے جدائی اپنی جگہ تکلیف دہ تھی لیکن ایک وقت ایسا آیا جبکہ پاکستان کے مخدوش حالات کی وجہ سے واپس آنے کو دل بہت تیزی سے چاہنے لگا، بہت شدت سے چاہنے لگا کیونکہ یہاں جو احساس ہے رابطے کا جو سفر کے دوران کسی بھی ملک میں ویسا نہیں رہتا اور جب پریشانی کے حالات ہوں تو دل چاہتا ہے کہ انسان ایسے مرکز کی طرف لوٹے جہاں فوری روابط ہوں، ہر وقت کی خبریں تازہ تازہ مل سکیں اور جو انسدادی کاروائی یا جو اس قسم کی اصلاحی کاروائی کرنے کی توفیق ہے وہ اختیار کی جاسکے۔

تو یہ جب احساس زیادہ بڑھا تو اس وقت مجھے ایک دفعہ ۱۹۵۵۔۱۹۵۶ء کا انگلستان کا زمانہ یاد آ گیا۔ ان دنوں میں یہاں ایک انگریزی گانے کا بہت رواج تھا جسے Banana Boat Song کہا جاتا تھا۔ وسطی امریکہ میں Banana Boat Song مشہور ایک گانا ہے جسے خاص ان کے اپنے تلفظ میں پڑھا جاتا ہے۔ وہ گانا ان دنوں اتنا مشہور تھا کہ گلی گلی میں اس کی آوازیں آتی تھیں بلکہ سیر و تفریح کے لئے جاؤ تو لوگوں نے اپنے کیسٹس پلیئرز کے اوپر، کیسٹس پلیئر تو غالباً نہیں تھے ان دنوں میں لیکن جو بھی تھا ٹیپ ریکارڈ روغیرہ اس کے اوپر لگائے ہوتے تھے۔ شور پڑا ہوتا تھا اور وہ گانا یہ تھا اس کے ایک دو مصرعے صرف مجھے یاد ہیں کہ:

Come Mr Tally man tell me Banana

Day light come and I want to go home.

Tally کرنا دراصل کسی چیز کو قسطوں پر فروخت کرنے کو کہتے ہیں۔ اگر کوئی تاجر اپنا مال تھوڑا سا کسی کو دے دے اور کہے کہ کما کر ہفتہ وار یا ماہانہ مجھے اس کی قیمت ادا کرو تو اس کو ٹیلی کرنا کہتے ہیں اور ٹیلی کا ایک حسابی لفظ بھی ہے یہاں وہ معنی نہیں ہیں اور جب وہ خریدتا ہے تو اس وقت پیسے نہیں دیتا لیتا جب وہ کماتا ہے تو پھر لیتا ہے۔ تو غالباً وہاں رواج یہ تھا کہ ویسٹ انڈیز میں کہ کیلوں کے مالک مزدوروں کو بلایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ تم سے جتنے کیلے توڑے جاتے ہیں توڑ لو اور پھر ان کا نکلتے وقت ٹیلی مین کو حساب دو اور جاؤ بیچو اور پھر کما کر اس کے پیسے واپس کرو۔ تو یہ کام غالباً رات کو ہوتا تھا کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ او ٹیلی مین! آؤ اور میرا حساب کر لو کیونکہ رات گزر چکی ہے صبح طلوع ہو رہی ہے اور میں گھر جانا چاہتا ہوں۔

یہ احساس میرے لئے اور بہت سے احساسات کو پیدا کرنے کا موجب بن گیا۔ میں نے سوچا کہ میں تو گھر جانا چاہتا ہوں میرے بہت سے اسیران راہ مولا ہیں وہ بھی گھر جانا چاہتے ہیں۔ میرا سفر تو تھوڑا ہے اور ان کو مدتیں گزر گئیں وہ خدا کی راہ میں قید ہیں اپنی مرضی سے کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ بہت سے ایسے ہیں جو ان آسمانی ابتلاؤں میں اور زمینی مصیبتوں میں پڑے ہوئے ہیں اور ان کا کوئی اختیار نہیں۔ تو وہ جو میرا دل کا شوق تھا کہ صبح ہو گئی آؤ واپس چلیں وہ ان کے لئے دعاؤں میں بدل گیا۔ میں نے کہا اے خدا! ان کی بھی صبح کر ان کی راتیں لمبی ہو گئی ہیں کیونکہ جب تک ان کی صبح نہ آئے ہمارے لئے بھی کوئی صبح طلوع نہیں ہو سکتی۔

ایک غیر مسلم مصنف نے جماعت احمدیہ کے حالات کے متعلق اور عقائد کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے اس میں اس نے یہ لکھا ہے کہ ضیاء الحق کے ظالمانہ آرڈیننس کے ذریعے جس میں اس نے علماء کے شدید ترین مطالبات میں سے اکثر قبول کر لئے ایک احمدی کی روزمرہ کی زندگی جرم بن چکی ہے۔ مجھے خیال آیا کہ اس کی نظر تو صرف ظاہر پر وہاں جا کے ٹھہری ہے اس کو یہ معلوم نہیں کہ اس واقعہ سے دنیا بھر کے احمدیوں کی زندگی وہاں کے قانون نے جرم بنادی ہے کیونکہ وہ معصوم پاکستان میں بسنے والے جن کی زندگی وہاں کے قانون نے جرم بنادی ہے، پاکستان سے باہر بسنے والے احمدی اپنی آزادی کو جرم سمجھنے لگے ہیں۔ ان کی روزمرہ کی زندگی ایک اور قسم کا جرم بن چکی ہے۔

نہایت درجہ عذاب میں اور تکلیف میں دن گزارتے ہیں کیونکہ وہ اپنے بھائیوں کے دکھ سے الگ زندگی بسر نہیں کر سکتے۔

یہ کیسا واقعہ ہے کہ ایک ملک میں ظلم ہوا اور ساری دنیا کی جماعتوں میں ان کی زندگی کی طرح ان کی اپنی زندگیاں بھی جرم بن گئیں۔ یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک معجزہ ہے، یہ بھی ایک صداقت کا عظیم الشان نشان ہے۔ آج کی مادہ پرستی کے دور میں، آج کے نفسا نفسی کے عالم میں کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا کہ ایک ایسی جماعت پیدا ہو سکتی ہے کہ ایک ملک کا دکھ ایک سو بیس ممالک میں محسوس کیا جائے اور ہر ایک اپنے بھائی کے دل کا دکھ اپنے دل کا دکھ بنا لے اور اس کی آزادی سے محرومی اس کی اپنی زندگی سے آزادیوں سے محرومی بن جائے۔

پس اس خیال کے آتے ہوئے میرا اپنا خیال کہ میں جلدی واپس جاؤں وہ سب غائب ہو گیا اور ساری توجہ اپنے معصوم بھائیوں کی طرف منتقل ہوگئی۔ پس میں آپ سے بھی یہ درخواست کرتا ہوں کہ یہ سال خاص سال ہے ابتلاؤں کا بھی خاص سال ہے اور انشاء اللہ خدا کی طرف سے جزاؤں کا بھی خاص سال بننے والا ہے۔ اگر آپ صبر سے کام لیں اور خدا کی رضا پر راضی رہیں اور شکوہ زبان پر نہ لائیں اور دل میں بھی پیدا نہ ہونے دیں اس کی جزائیں اور اس کی برکتیں کبھی ختم نہیں ہوں گی۔ سو سال تک آگے آنے والی دنیا آپ کے صبر کے پھل کھائے گی۔ ہمت سے اس پر قائم رہیں اور خدا کی رضا پر ہمیشہ نظر رکھیں اور خدا کی رضا پر نظر رکھتے ہوئے اپنے دل کے دکھوں کو خدا کی رضا کی خاطر نظر انداز کرتے چلے جائیں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

سندھ سے ابھی دو تین دن پہلے ڈاکٹر عبدالقدیر صاحب قاضی احمد کی شہادت کی بھی اطلاع ملی تھی۔ وہ بہت ہی بزرگ نیک سیرت انسان تھے بڑے مخلص، فدائی، منکسر المزاج اور بڑے بہادر اور سارے علاقے میں بڑا نیک اثر رکھنے والے تھے۔ ان کی نماز جنازہ تو ادا ہو چکی ہے ان کو ویسے میں خطبہ میں تحریک کرتا ہوں کہ جماعت اپنی دعاؤں میں خصوصیت سے ان کو اور ان کے پسماندگان کو یاد رکھے۔

خطبہ ثانیہ کے بعد حضور نے فرمایا:۔

جلسے کے خصوصی مہمان جو یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں ان کی کثرت ہے اور انہوں نے واپس اپنے گھروں کو جانا ہوگا اس لئے آج جمعہ کی نماز کے ساتھ عصر کی نماز جمع ہوگی۔